اینجانب

ساقیا پیٹ بھر کر چاہیئے   میکشوں کو حوض کوثر چاہیئے

حضرت۔ اس گرانی و قحط سالی میں کس کمبختی کے مارے بے روزگار رہے گو یہ سمجھی ہے کہ جب کہ سے آتش (پیٹ کی آگ) جلائی بجھ رو کر دو استخواں نادر حضرت یہ وہ آگ ہے۔ کہ جس کی آگ بھی اس کی سرو قد شعلہ فشاں تعلیم کرتی ہے۔ اس کال بد حال کا یہ حال ہے۔ کہ مجھ ایسے بے روزگار کو کھانے پینے کو ہندوؤں کے دھکے۔ جورو جان کی جوتیاں۔ سالے سسر کی گالیاں بے گنتی کھانے ہیں۔ مگر پھر بھی پیٹ ہے کہ چپاتی سا کر سٹ بنا ہوا ہے۔ ان بیچاروں کو بال بچوں کے لئے بھی تو روٹیوں کے لالے پڑ گئے۔ کیونکہ قلیا قصائیوں کے سوا سب حاجتمند۔ اس لئے کہ ایک سرے سے کل روزگار بند۔ گھروالیوں کو کام کاج کا ذکر۔ اور گھر والے بیکاروں کو اور کچھ نہیں تو نون تیل۔ لکڑی کا فکر ہمیشہ رہتا ہے۔ کلبوں کے بیچ۔ اور لکڑے کٹلیوں کے بیچ تو پیٹ بھرے وقت کی باتیں ہیں کہ اس وقت طلوع صبح کے لئے کو خدا شکلانے سے کاربار کی ہوتی ہے۔ یہی فتنی جو اترن رہی تو دیکھو کہ بھری محفل میں یہ ضروری کام کر گزرتی ہیں۔ اور اب تو کہتے ہیں کو ملا شکلانا انھوں نے اپنی ادا میں داخل کر لیا ہے۔ اور وجہ اس کی کیا لنا کہ کے جیسے بھولی بھولی نکھا سکیں۔ کہ تو مثل ۔ ۔ ۔ ۔ کی ہو سکے باہر ہو جاتیں۔ اور پیٹ کے پاؤں گھسیٹ بوجھ سے چل پھر نہ سکیں۔ پھر بھی ایسے گرانی کے گراں قدر ایام میں گھر بیچ تک تماشا دیکھنے والوں کے لئے دل خوش کن اسباب تیار ہوتے ہی رہتے ہیں۔ وہ جو کہا گیا ہے کہ لطف کی مار اور تماشوں کی بھر مار۔ سو دلی میں آجکل اس مثل کی چاروں چولیں ٹھیک بیٹھی ہیں۔ اور جو کس میچنی ہوئی ہیں کہ شہر کے بیچوں بیچ تین چار تھیٹریکل کمپنیاں اجاڑ کے یا محرم کی سبیل کے گھڑوں کی طرح سے دھری ہوئی ہیں۔ جب سنتے تھے کہ تھیٹروں کے اسٹیج سراپا روح۔ پر ادرش ہوتے ہیں۔ مگر ظالم تماش بینوں کی ہوس بیچ اس بستاوی کو غلط ثابت کر رہی ہے۔ اور یہ بھی کہ جن کو انجم کے سٹے کے لئے تو کیا انجم زہر مار کرنے کے لئے بھی پیسہ نہیں آتا۔ وہ بھی تھیٹر کا محصول کسی نہ کسی کا منظر گروی رکھ کے ٹکٹ میں لگا بیٹھا جل پھر سے ہوتے ہیں اور دروازہ تھیٹر پر بیوپار کے گپ ہانک لگاتے ہیں سے

وہ اٹھا آج نقاب رخ زیبا دیکھو   دیکھنے والو جلوہ یار کا جلوا دیکھو

اس بیکاری بے روزگاری کی جس میں بیوی پیٹ والی اور میاں پیٹ خالی میں گھستی ہیں ہر جورو داری کی مثل ایسے ہی تماشے کے رسیوں پر صادق آتی ہے۔ اور کیوں نہ آئے کہ خالی پیٹ والا ہی بل بھر کے تھیٹروں کے ایکٹروں کی زینت۔ چلت پھرت۔ اور حرکت پھرت دیکھ سکتا ہے۔ ان چاروں تھیٹروں کے چاروں یاری رسیا۔ گرمی کی ساری چار پہر رات کو آنکھوں میں کاٹ دیتے ہیں۔ گویا چاروں کو بختا دیتے ہیں۔ اور کسیکا دل میلا ہونے نہیں دیتے اور روزانہ ان مقدس تھیٹری منڈوؤں کی زیارات سے مشرف ہوا آتے ہیں۔ حضرت منڈوے بھی ایسے ویسے نہیں ہیں کہ سے

جا سے تنگ است مردماں بسیار   و قنار بنا عذاب النار

کا مصداق ہوں۔ ایسے بے جوڑے کہ اسٹیج تک لگا کام نہ دے ایسے منڈوؤں میں ہر فاقہ مست تماشائی کو گاڑی بھر کا رستہ مل جانا بھی دشوار نہیں۔ اندر جاتے ہی کولھو کے بیل کی عینک تلاش کرنی پڑ جاتی ہے۔ حضرت۔ قحط سالی سی قحط سالی ہے کہ لوگ کباب و قورمہ والا ہاتھ ملا کے مصافحہ کرنے سے بھی ہاتھ کھینچ بیٹھے۔ کیونکہ گوشت بھی تو چار آنہ سیر سے کم دستیاب نہیں ہو سکتا۔ ورنہ قحط میں سستے پڑی ہو جاتا تھا اب قصائیوں کے ٹھاٹ پر بھی سی آئی ڈی پھیرے کو کوئی بغیر ٹکے خرچے چڑھا بیٹھنے نہیں دیتا۔ وہاں کی مجرنین ایسی دیکھنے میں آتی ہیں کہ جان برگشت کا نام تک نہیں۔ صرف ہڈی سے چمڑا لگا ہوا نظر آتا ہے۔ اور چربی تو سیاہی کے لئے بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ سوکے کا کپڑا اور جاتے کی کٹیا شنا کرتے تھے۔ مگر اب تو الٹ وہ نسبی بھی مثل صادق نہیں آتی۔ کہ ان جاگتوں کا بھی کپڑا نہیں ہوتا۔ رات بھر کا خود گرو کے پوروں کے انتظار میں آنکھوں کا تیل نکالتی رہتی ہیں۔ گرچے بھنانے ٹکے کو پیسہ ہاتھ نہیں آتا۔ اب جو گھر گرستی عورت۔ مرد ہیں سے بھی ایک کو پیٹ بھرا دکھانے کو پورا نہیں ملتا۔ گر وہ سات پانچ کی پود وہ بڑھانے کو اب بھی پل پڑنے سے ہرگز نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آجکل دائیوں کو فرصت نہیں ہونے کو بھی نہیں ملتیں بس سے

جب سے گھر بیٹھے سنا آج کہیں باہر ہیں

خیر جی اینجانب کا رونا ہے یہ وہ ہی بیرنگی ہے کسی نے کہا تھا گرو جی چلئے پیٹ ہو گئے ہیں۔ گرو جی نے کہا بچہ کیا غم ہے۔ بھر کے مرینگے آپ بھاگ جا بیٹھے حضرت ہوتے تو فاقوں مرینگے اگر بھتے ہی اپنی آئی سے رہیں تو پھر وہ دیکھو تماشا زور کا [illegible]

یاران ہم قالب

اکیلا دل مرا فوج تمنا کے مقابل ہے
الٰہی کیجیو تو فتحیاب اس مرد غازی کو

میدان آدم اللہ اکبر۔ یہ ہم جیت ہیں کہ افضل الاخبار دہلی بیچ سلع کل ہو گر ایسی بھی کیا سیدی طبیعت جس سے جلسے میں ترقی نہ ہو۔ ابھی ابھی بچہ وہ رکی نہ ہو۔ تو دوسرے کو دیکھ کر تو کچھ سوچو سمجھو۔ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ کرنے میں ترقی کے اسباب۔ سو لکھو اسے سنو ذرا زبان کھولو۔ قلم چلاؤ ہاتھ پاؤں ہلاؤ۔ ذرا ریاست جیپور کی سیر کرو۔ ٹونک کی خبر لو۔ زبان کھولو۔ مضمون گھڑ کر مشتہر کرو۔ ذاتیات پر حملہ کرو سب بیجے پور والوں کو گالیاں دو۔ ایجنٹ گورنر گورنمنٹ سے خط و کتابت سے پہلے خفیہ طور سے بات چیت چاہو کرو یا نہ کرو۔ گر عام میں مشہور کرو۔ اسی دباؤ سے کام نکالو تخویف مجرمانہ کا خیال نہ کرو۔ آپ بزعم خود خداوند قسمت ہو۔ ہز ہائنیس بیجے پور کو بے خبر بناؤ۔ ایجنٹ صاحب سے لیا دو۔ پڑھ ہو۔ کارپردازوں کو ظالم کا خطاب دو۔ اور ڈراؤ۔ تمام دنیا مہاراجہ کو سخی۔ منصف۔ منتظم۔ بیدار مغز۔ اپنے مذہب کا پکا دیندار۔ وید شاستر کا مطیع فرمانبرداری کا اقرار بلا حجت و تکرار مشتہر کرے۔ لیکن تم شراب کا متوالا۔ ہاتھ میں پیالہ۔ نا انصاف۔ نا خدا ترس۔ جان کا دشمن ہی بناؤ۔ پھر ذرا رعایا کو اکساؤ۔ جھوٹ موٹ کی ہمدردی دکھاؤ۔ بنگالہ کو تو انگریزی اخبار دکھنی بنا رہے ہیں۔ آپ ریاستی رعایا کو ابھارو۔ بزدلی کا خطاب دے کر مرد میدان بناؤ۔ وزرا جھوٹ موٹ دیدہ نمدیدہ سے آنسو ڈھال آہ کا نعرہ بھر کر اسے رعایائے بیجے پور۔ تمہاری سزا ہے کہ تم ایسے راجہ اور حکام کے بس میں پڑے ہو پھر ذرا جھرجھری بھر کے کہو اٹھو۔ گورنمنٹ ایجنٹ نہ سنے تو پارلیمنٹ سے چل کر پکار پکارو۔ تمہارا سچا وکیل افضل الاخبار بلا کسی بدی کے موجود ہے۔ دیکھو تو کیسا مزیدار فقرہ ہے کہ ایسے راجہ کے بس میں دیا ہے۔ ہاں بھئی بڑے لوگوں کی بڑی ہی ہوتی ہے عقل رہی تو نے ہز ہائنیس بالقابہ ہی کو سنائی۔ تو سرداران عمال چیز ہی کیا ہیں۔ سب کے سب تم سے ڈر جائیں گے۔ اگرچہ شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

کا خیال آئے تو یہ کہہ کر عزت چہ کنی است کہ پیش سبے غیرت آید۔ بے غورج کے نواب بے ملک کے بادشاہ ہو تمہیں کیا یاد نہیں۔ ابھی میں وہ نائی جو قلعہ کی سیر کو گیا تھا اور تخت پر بیٹھ گیا تھا۔ پھر تو وہ بادشاہ ہو گیا تھا بہت دن کی بات بھی نہیں۔ دس بارہ برس کی بات ہے آپ بھی جانتے ہوں گے۔ وہاں کی آب و ہوا کے بادشاہ بنے تھے۔ اور پھر دم دبا کر بھاگے بعد اس کے پھر قسمت کا رونا رہے۔ بھاگنے کا بل وال کہاں کو بیچ پچ کر بیٹھے۔ پھر ہم دیکھیں آپ کے ساتھی کتنے بدخواہ ریاست آپ کے اخبار کے خریدار بنتے ہیں۔ پھر اس طرح پر اپنے ہم مشربوں کا اظہار عمل کر کے اس وقت چند خوشامدیوں کے جو ریاست سے ناجائز تعلق رکھتے ہیں اپنی حالت کے درست ہو جانے پر وہ وہیں سے کسی کیجری نقال دست کے قابل ہیں ؎

نوٹ یہ کون لوگ ہیں۔ یہ وہ جو تم کو سفلہ خود غلطی سمجھ کر تم کو منہ لگاتے ہوں بیٹے تم سے غرض نہ رکھنے والے۔ باقیوں کی نسبت اس طرح ظاہر بانی اور سب کے سب جاری ہیں یہ ہیں۔ بیٹے جیسا کہ تم ہز ہائنیس کہہ اور وہ تمہارے کھنے کو بیچ باشنے والے ہیں۔ پھر لکھو کر ہمارے مضامین کو اپنے لا علاج مرض کے لئے اکسیر سمجھتے ہیں وغیرہ۔ بھلا کیا ہے کام ریاست کے اہلکار۔ سردار۔ بھائی بند۔ صاحب۔ دیوان جی۔ آپ کی پشت پناہ جس حالت میں ہوں گے۔ آپ کی مدد کریں گے۔ اور ہر طرح سے احسان ہوں گے۔ اور سچ بھی ہے جس نے اپنی آقا کی برائی پر اظہار خوشی کا نہ کیا۔ تو وہ خیر خواہ نمک حلال ہی کیا ایسی حالت میں کہلائیگا؟ یہ تو نمک حراموں کا کام ہے۔ جو اپنے مالک کی برائی کرے۔ یا اس کو کوئی برا بنا تو ایسے آدمی کے سینہ پر چڑھ کر زخم اچھا جائیں۔ اس کی ایسی جان ایک کریں اور کہیں کہ تو نے ہمارے صاحب کی نسبت کیوں بد زبانی کی اپنے نمک حلال تمہارے دشمن ہونگے۔ وہ سب کے سب تمہارے یا ہمارے ہم مشرب ہوں گے۔ ابھی بھیا ذبح۔ ہم تو کبھی آپ کو ترقی کے اسباب جن میں کھانا جب آپ سے راستے دہلی بیچ کی بابت دیکھی تو ہم چند سنگے بہ ترقی نسبت لکھ دیتے کہ سند ہوں اور پھر بار بار آپ کو سیکھ دیتے کہ سبق لیجئے اپنے بھائیوں سے سبق دلائیں گے۔ ہم کوئی اپنی طرف سے صلاح نہیں دینگے۔ بلکہ اور معزز اخبار۔ دن کی الکھت کی سند دیتے کہ آپ کو بھی یاد دلا دینگے۔ اور ہے صاحب جو اور کریں وہ تم بھی کرو۔ وہ ٹونک کی سیر دکھاؤ

ایجنٹ صاحب کو سید صاحب سا دماغ ذی تجربہ ہز ہائینس نواب بہادر کو خوشامدی خطاب دو۔ ایجنٹ صاحب کا سید صاحب سا مزاج ہونا تعجب بلکہ تجربات سے ہے۔ گورنمنٹ نے تو اپنی دانست میں ایجنٹ صاحب کو ایسا ممتاز خاص مشہور با تدبیر۔ نیک دل کا ماہر۔ منتظم۔ بیدار مغز۔ معاملہ فہم۔ بلند خیال۔ با یک دیں۔ سنجیدہ مزاج۔ متحمل۔ بردبار۔ سلیم الطبع سمجھ کر اپنے دوست ہز ہائینس نواب بالقابہ کو دیا کہ وہ ہر ریاست کا انتظام محکم انجام دے کر خوشنودی مزاج کی سند حاصل کرے۔ لیکن آپ کے امتحان میں سید سے سادے کا ہونا پہلے درجہ کا ہو مر جاؤ۔ ارمان لئے جاؤ۔ دوا تک ساتھ جب ہو تو مٹ دو تم ہرگز نہ دو۔ جب تم سے کوئی کہے تو کہدو۔ ایسی ربط ہم نہیں کرتے۔ بیجا قدم نہیں دھرتے۔ اچھا بھئی اب اتنا سمجھا دیا۔ ابھی بہت کہنا ہے۔ تھوڑا تھوڑا کچھ اور عادت ہوتی ہیں۔ جب تم جا رہو گے۔ آگے تو بد دو رقہ رہ جاؤ گے۔ پھر ہم بھی دیکھتے جاؤ کیسے پر مجھے ارادت ہیں۔

ن۔ الفقیر لکھو بمارت کو الید

مسدس از شاعر جادو بیان سید ابرار حسین صاحب تپاں شاگرد رشید سلطان سخن حضرت نسیم بھرتپوری ظلہ

قریب آگئی ہے قیامت شریفو | مٹاؤ بزرگوں کی عظمت شریفو
خدا نے اگر دی ہے دولت شریفو | گلے باندھ لو کوئی علت شریفو

کرو خوب دل کھول کر بادہ نوشی
تمہیں زیب دیتی ہے ایماں فروشی

جو کہتے پھرتے ہیں شیطاں کی خالہ | کرے اس پہ لعنت خدائے تعالیٰ
کرو آج ہی جا کے سارس سے کالا | بلا سے نکل جائے کل ہی دوالا

زمانہ میں فوراً مشہور ہو جاؤ
ریاست بگڑ جائے مزدور ہو جاؤ

بلائے تمہیں گر کوئی ماہ پیکر | تو سمجھو کہ چمکا ہمارا مقدر
ملے گا تمہیں خلد میں گھر مقرر | اد ٹھو جلد لبیک لبیک کہہ کر

اگر دیر کی روٹھ جائے گا کوئی
کسی اور سے دل لگا بیٹھا کوئی

خریدو کوئی گاؤں قمار جاں کو | خلع کر دو اُن کے استاد خاں کو
اُدھر جاؤ تو راہ نامِ نشاں کو | چھوڑو دیر زاد کے آستاں کو

نہ مسجد بناؤ نہ مندر بناؤ
کسی بازاری کا تم گھر بساؤ

عزیز و اقارب کو دو سب کے پانی | نہ کرنا کبھی بھول کر مہربانی
بلا سے جو مر جائے بھوکی نانی | سلامت رہے پر وہ غازی بیانی

کسی دن خدا سے ملائے گی تم کو
قیامت میں وہ بخشوائے گی تم کو

جو مفلس ہو تم نے جو ترس کیا ہو | کرو غم نہ ہرگز کہ رازق خدا ہے
مرض آتشک کا اگر ہو گیا ہے | محبت کا اور سے سایہ جو چھایا ہے

رہو وضع کے اپنی پابند یارو
بگڑ جائے گی بات ہمت نہ ہارو

نہ کرنا کبھی ذکر غم راحتوں میں | نہ آ جائے تلخی کہیں لذتوں میں
پڑے رکیوں بھلا مفت کی زحمتوں میں | دھرا کیا ہے ماں باپ کی خدمتوں میں

اگر تم میں باقی ہے کچھ بھی حمیت
کرو رات دن نائکہ کی اطاعت

تجارت ہے بے شبہ جینوں کا دھندا | یہ صنعت یہ حرفت ہے ارذل کا پیشا
تجارت کے فن سے علاقہ تمہیں کیا | اجی نوکری کام ہے بزدلوں کا

کہیں گھر سے کھانے کمانے نہ جاؤ
ڈیرے میں نقدِ تم نصیب آزماؤ

بھلا گر یہاں بی ماما ایمانے کی کہیں | بتائیں تمہیں ہم ترقی کی راہیں
کسی ماہوش کو کہیں جب نگاہیں | وہیں ڈال دو نوکری کر دو تنخواہیں

محبت کا اقرار کر لو خوشی سے
مزا اس میں ہے عشق جاہل پری سے

پھٹکنے نہ دو دور علم و ہنر سے | بچو بچا ہو سنت کے درد سر سے
گزارو زمانہ جو تم کو نظر سے | نہ نکلو کبھی ایک ساعت کو بھی گھر سے

نہ دیکھے گا کوئی نہ کوئی کہے گا
یوں ہی سب مخلوق کا منہ رہے گا

نہ پڑنا کبھی دینداری کے غم میں | پہنچ جاؤ گے ورنہ باغ ارم میں
اگر آ سکے اصطبلوں کے دم میں | رہے گا ٹھکانا نہ بیت الصنم میں

ملاقات حوروں سے جنت میں ہو گی
ندامت بتوں سے قیامت میں ہو گی

الراقم فقیر سید محمد اللہ بھرتپوری

چٹکے چٹکلے

دیکھئے قربانی اس کو کہتے ہیں۔ فلاڈلفیا (امریکہ) میں مسز اینڈرسن کو کچھ خون کی شکایت ہوئی۔ مسٹر نے ڈاکٹروں سے یہ رائے بیان کی کہ جتنا خون چاہو میرے جسم سے نکالو۔ مگر خدا کے لئے میری میم صاحبہ کو بچا دو۔ چنانچہ جو نلیاں آس پاس بچھایا گیا۔ مسٹر کے بازو میں چبھو کر لگا۔ خون خوب نکلا۔ اور نل کے ذریعے فراٹے بھرتا ہوا مسز کے بازو میں گیا۔ یہاں تک کہ دو بوتل خون نکلا اور میم صاحبہ کا کام بن گیا۔ لیکن ڈاکٹروں نے بے قاعدہ نشتر لگایا۔ نل کے ذریعہ خون چلایا۔ ارے ہاں ہم ہوتے۔ تو فوراً اڑا دیتے۔ کہ بات کا نشتر لگے۔ اور...... بات تو ایک ہی ہے۔ حضرت کیا کہئے ؟

سٹون پارک کے مسٹر ٹامس بیون نے ۲۲۶۸۶۲ پونڈ اپنی بیٹیوں اور پوتیوں کو دئے ہیں۔ مگر یہ شرط ضرور لگا دی کہ کسی پادری صاحب سے شادی خانہ آبادی نہ کریں۔ وجہ بھی بتلا گئے ہیں۔ سنئے
وہ آجکل ایسا زمانہ آیا ہے کہ سچ بولنے والے کو لوگ جھوٹا اور بیوقوف سمجھتے ہیں۔ لہذا پادری صاحبان جو سچائی پر جلے بھنے ہوتے ہیں۔ اور اس لئے انہیں اس زمانہ میں بہت سی آفتیں سہنی پڑتی ہیں اور سہنی پڑینگی ۔۔

ارے توبہ توبہ ایک بات تو بھول ہی گئے کہ یہ پادری صاحبان غیر مذہب مذاہب والوں کو انٹ سنٹ وعظ سنا کر ان سے اپنے آپ کو مروا دیتے ہیں۔ ان کی تو جان ماری جاتی ہے۔ اور ہر سلطنت کو ہشت مشت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ چین اور مراکو کا معاملہ تو دیکھ ہی لیا ہوگا آپ نے ۔۔

ملکہ روما کا حال سنا۔ آپ نے اندھوں کے لئے چندہ جمع کرنے کی ایک نئی ترکیب نکالی ہے۔ یعنے آپ ہر چندہ دہندہ کو ایک خوبصورت تصویردار پوسٹ کارڈ پر دستخط کرکے بھیج دیتے ہیں۔ حضرت وقار الملک بھی اس ترکیب کو آزما دیکھیں ۔۔

لارڈ کرزن جب یہاں تھے تو اپنی حکمت عملی سے ہندوستانیوں کے چٹکیاں لیتے رہتے تھے۔ اب آپ ولایت میں ہیں۔ تب بھی نہیں چوکتے

تھوڑا عرصہ ہوا۔ کلکتہ میں لارڈ کلائیو کے بت نصب کرنے کا سوال پیش ہوا۔ آپ نے آنکھ میچ کر تحریک کی کہ ہوا تو ضرور ہو۔ تم جانو بڑے آدمی کی بات بڑی ہوا کرتی ہے۔ چندہ جمع ہوا۔ اور بت نصب بھی ہو گیا۔ حالانکہ بنگالی ہمیشہ ہمیشہ کا شور مچاتے رہے۔ اور آخر وقت تک یہی کہے گئے کہ پبلک کی سبی برباد ہو رہی ہے۔ ضائع ہو رہی ہے۔ مگر ایک نہ سنی گئی اور سب کی خرچ کر دی گئی ۔

شام لال مستان نے ایک کمسن۔ حسین۔ گوری۔ بھوری۔ خوبصورت۔ نازک بدن سیمتن سے شادی کی۔ قسمت کی خوبی دیکھئے کہ چند روز کے بعد ان کی ماں رخصت ہو گئیں۔ گھر کا کل خرچ ان کے ذمہ پڑا۔ یہ حضرت اپنے سالے زین سکھ کے پاس جا رہے تاکہ حاجتیں سکھ سے۔ میاں سالے نے مزے اڑائے۔ ان کے روپے اڑا گئے۔ جب کچھ نہ رہا تو کسی نے کہا کہ اپنی بیوی کو بیچ ڈالو۔ اور دن بسم اللہ کر دو۔ پیٹ بری بلا ہے۔ یہ راضی ہو گئے۔ زین سکھ بیچ کے بیچ بیانے لڑکی کو چھیدو نے لیا اور خوب چھپا۔ بیوی جان۔ بی گھر بسی۔ ڈبل بن ہو رہی۔ گھر والی نے کئی بار کہلا بھیجا۔ کہ روپیہ دے جا۔ اور مجھ کو لے جا۔ لیکن ان کے پلے تھا ہی کیا۔ مجبوری و معذوری ساتھ یاروں نے حسد کے مارے کہا۔ کہ تم بیوی کو چھیدو کے پاس سے واپس لینے کی ترکیب کرو۔ پولیس کو خبر کر دو اور چھیدو۔ دوسری طرف ڈپٹی کلکٹر کے ہاں عرضی گزرانی کہ زین سکھ میری بیوی کو بیچنا چاہتا ہے۔ میاں شام لال نے شام ہوتے صبح گھر دم ایسا ہی کیا۔ وہاں کیا تھا۔ پولیس نے زین سکھ اور چھیدو کو قانونی شکنجہ میں دبایا۔ گویا لاٹھی کی۔ گالیوں کی بوچھاڑ دی۔ اور ہر عدالت نے دیوانہ بنایا۔ میاں چھیدو کا دل نکلا۔ بالآخر یہ حکم صادر ہوا کہ زین سکھ ایک سال تک کمبل پہنیں۔ اور میاں چھیدو دو برس قید خانہ میں اپنا دل چھ ماہ تک چھلنی کریں۔ اب شام لال شام سے صبح تک مزہ کرتے ہیں۔ جیل جھپٹا کھیلتے۔ اور تلا اوپری کرتے ہیں۔ واہ واہ کیا کہنے ہیں !!

راقم اے آر میرٹھی

نوٹ ۔ کیا اہل قلم حضرات کی رائے دربارہ قیام دہلی صحیح طریقہ نہیں تھی پہلے سفید کاغذ کو سیاہ کرنا جرم کی جگہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر اب شاید اس کا خیال نہیں۔ کیوں حضرات یہی بات ہے یا اور کچھ ۔۔ (ڈپٹی ایڈیٹر)